اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۹، شمارہ۳، مسلسل شمارہ:۳۷۳، سال ۲۰۲۴ء

علم الاقتصاد: اقبال کی تصنیف یا ترجمہ و تلخیص

طارق ہاشمی، پی ایچ ڈی
پرنسپل کالج آف اورینٹل لینگوئجز، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ILM-UL-IQTISAAD: AUTHORSHIP OF IQBAL OR A TRANSLATION AND ABRIDEGEMENT

Tariq Hashmi, PhD
Principal, College of Oriental Languages
Govt. College University, Faisalabad

Abstract

In the intellectual world of Iqbal, there is a special interest in the problems of economy. At the theoretical level, by finding out the economic thoughts of Iqbal or discussing them, when Iqbal's effort "*Ilm-ul-iqtisad*" is mentioned, a very pleasurable expression is given. It is believed that his first work shows how much Iqbal was interested in economic matters that the first subject he wrote was related to economics. Iqbal's third effort, recorded in the records of the Oriental College was published in 1903 under the title "*Ilm-ul-iqtisad*" on political economy. In the Iqbalistic research, there is no significant attempt to trace this matter so that it can be known that where are the abridged translations of the two books mentioned in the Oriental College report. In the light of a document, the researchers have acknowledged the fact that Iqbal translated and summarized Walker's book "Political Economy", but neither was it possible to gain any knowledge about this author, nor his There was no comprehensive serious effort to find the authorship. In this article, an attempt has been made to resolve the issue whether "*Ilm-ul-iqtisad*" is the authorship of Iqbal or a translation and abridgement.

Keywords:
Iqbal, *Ilm-ul-iqtisad*, political economy, translation, abridgement, Oriental College

اقبال کی فکری دنیا میں معیشت کے مسائل سے خصوصی دلچسپی نظر آتی ہے۔اس حوالے سے انھوں نے مکمل نظمیں بھی تخلیق کی ہیں اور اپنے افکار بعض نظموں میں جزوی طور پر بھی ظاہر کیے ہیں۔ان تخلیقات میں اقبال نے سرمایہ و محنت کے رموز سے لے کر بندہ مزدور کے تلخ اوقات پر بھی لکھا ہے اور غریبوں کو بیدار کر کے کاخِ امرا کے درو دیوار ہلا دینے ایسے جوش و جذبے سے بھرپور پیغام بھی رقم کیے ہیں۔اسی طرح "جاوید نامہ" میں بھی انقلابِ روس کے پس منظر میں جمال الدین افغانی کی زبانی کہتے ہیں:

رزق خود را از زمیں بردن رواست

ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست(۱)

نظریاتی سطح پر اقبال کے مذکورہ معاشی افکار معلوم کر کے یا ان پر گفتگو کرتے ہوئے جب اقبال کی کاوش "علم الاقتصاد" کا ذکر آتا ہے تو اس امر کا اظہار ایک خوش آیند انداز سے کیا جاتا ہے کہ ان کی پہلی تصنیف ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کو معیشت کے معاملات سے کس حد تک لگاؤ تھا کہ انھوں نے سب سے پہلے جس موضوع پر قلم اٹھایا، وہ اقتصادیات سے متعلق تھا۔

"علم الاقتصاد" رقم کرنے کا پس منظر دیکھا جائے تو اقبال ایم اے کرنے کے بعد ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربک ریڈر مقرر ہوئے۔ان کے فرائض منصبی میں تاریخ اور پولیٹیکل اکانومی کی تدریس کے علاوہ انگریزی یا ادبی تصانیف کا اردو ترجمہ بھی شامل تھا۔ اورینٹل کالج، لاہور کی رپورٹ مورخہ ۸ جون ۱۹۰۲ کی روشنی میں علامہ اقبال نے ۲-۱۹۰۱ میں درج ذیل کتب تصنیف یا ترجمہ کیں:

۱۔ سٹبز کی کتاب Early Plantagenets کا ملخص ترجمہ

۲۔ واکر کی Political Economy کا ملخص ترجمہ

۳۔ پولیٹیکل اکانومی پر ایک نئی کتاب (زیرِ تصنیف)

اول الذکر کتاب ولیم کارٹر سٹبز (William Carter Stubbs) کی تصنیف ہے جو ایک امریکی پادری اور مورخ تھے۔ان کی اس کتاب کا موضوع تاریخ سے متعلق ہے۔دوسری کتاب فرانسس آماسا واکر (Walker Francis Amasa) کی ہے جو ایک معاش دان تھے۔ان کی اس کتاب کا موضوع علمِ سیاستِ مدن ہے جو اس وقت تعلیمی اداروں میں بہ طور ایک مضمون کے پڑھایا جاتا تھا۔

"Political Economy" کے عنوان سے بعض دیگر مصنفین نے بھی کتب رقم کی ہیں جن میں جان سٹوارٹ مل (John Stuart Mill) اورالفریڈ مارشل (Alfred Marshall) کی کتب قابلِ ذکر ہیں۔ مذکورہ کتب بالترتیب ۱۸۴۸ اور ۱۸۹۰ میں منظرِ عام پر آئیں۔

اقبالیاتی تحقیق میں اس امر کا سراغ لگانے کی کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ اورینٹل کالج کی رپورٹ میں مذکور جن دو کتب کے ملخص تراجم اقبال نے کیے تھے، وہ اب کہاں ہیں؟

اورینٹل کالج کے ریکارڈ میں درج اقبال کی تیسری کاوش جو پولیٹیکل اکانومی پر زیرِ تصنیف قرار دی گئی ہے، "علم الاقتصاد" کے عنوان سے ۱۹۰۳ میں شائع ہوئی۔ اقبال نے اس کتاب کے دیباچے کے آخر میں اظہارِ تشکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کی اس کاوش کا محرک ان کے استادِ گرامی پروفیسر آرنلڈ تھے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اقبال کی زندگی میں اس کی کوئی اور اشاعت منصہ شہود پر نہ آسکی اور اس کی دوسری اشاعت ۵۸ برس بعد ۱۹۶۱ میں سامنے آئی۔ اس حوالے سے ممتاز حسن لکھتے ہیں:

> "اقبال کی علم الاقتصاد ۱۹۰۳ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کی دوسری اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ اور اشاعت تو درکنار یہ کتاب نظروں سے ایسی غائب ہوئی کہ کہیں سے ایک نسخہ مہیا کرنا بھی دشوار ہوگیا۔ اس کی ایک وجہ غالباً یہ تھی کہ خود اقبال نے اپنی اس تصنیف کو کبھی اہمیت نہیں دی۔"(۲)

اقبال نے اپنی اس کاوش کو کتنی اہمیت دی، اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اقبال نے اس کا سرسری سا ذکر محض دو نجی خطوط (بنام عطیہ فیضی و بنام کشن پرشاد) میں کیا ہے(۳) اور شاید اس ذکر ہی سے اس کتاب کے وجود کا پتا چلا، ورنہ شاید یہ گوشہ گمنامی ہی میں رہ جاتی۔

پہلی اشاعت کا نسخہ دریافت ہونے کے بعد سے اب تک "علم الاقتصاد" کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں لیکن اس کے متن کا تعلق چونکہ معاصر معاشی معاملات سے واجبی سا ہے تو کتاب کی حیثیت اب محض تاریخی ہے۔

"علم الاقتصاد" کی پہلی اشاعت چونکہ ایک عرصہ تک پردہ اخفا میں رہی اور کم و بیش چھے دہائیوں بعد منظرِ عام پر آئی تو بعض اہلِ نظر خصوصاً اقبال کے عقیدت مندوں نے اقبال کی پہلی تصنیف کے طور پر اس کے بارے میں نہایت خوش کن تنقیدی خیالات کا اظہار کیا اور اسے اقبال کی پہلی نثری کاوش، علمی نثر کا

اعلیٰ نمونہ اور پہلا علمی کارنامہ قرار دیا۔

اقبال نے "علم الاقتصاد" کے دیباچے میں جہاں اپنی کاوش کے سلسلے میں اس علمی شعبے اور اس کی اہمیت کے حوالے سے بعض نکات پر روشنی ڈالی ہے، وہاں ایک ضروری وضاحت بھی کی ہے۔ ان کے الفاظ میں:

> "اس دیباچے میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی خاص انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کے مضامین مشہور اور مستند کتب سے اخذ کیے گئے ہیں اور بعض جگہ میں نے اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کیا ہے مگر صرف اسی صورت میں جہاں مجھے اپنی رائے پر پورا اعتماد تھا۔"(۴)

کسی مصنف کا اپنی کسی طبع زاد کتاب میں ایسا کوئی وضاحتی نوٹ جاری کرنا حیران کن ہے۔ اقبال کا یہ اعتراف بھی محلِ نظر ہے کہ یہ کسی خاص انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے۔

اقبالیاتی تحقیق میں ایک دستاویز کی روشنی میں اس حقیقت کا اعتراف تو کیا گیا ہے کہ اقبال نے واکر کی کتاب "پولیٹیکل اکانومی" کا ترجمہ و تلخیص کی لیکن نہ تو اس مصنف کے بارے میں کسی علمی آگاہی کا حصول ممکن بنایا گیا، نہ ان کی اس تصنیف کی تلاش کے بارے میں کوئی جامع سنجیدہ کوشش سامنے آئی حالانکہ اقبال نے اپنی اس کاوش میں جہاں مغرب کے بعض دیگر ماہرینِ معاشیات و معاشرت ایڈم سمتھ، مالتھس، اسپنسر اور جے ایس مل وغیرہ کا ذکر کیا ہے، وہاں فرانسس اماسا واکر کے بھی بعض افکار پیش کیے ہیں۔ خصوصاً آبادی کے ضمن میں اقبال نے سپنسر کی اصطلاح "Survival of fittest" (قانونِ بقائے افرادِ قویہ) پر بات کرتے ہوئے واکر کے خیالات نقل کیے ہیں۔

فرانسس اماسا واکر (۲ جولائی، ۱۸۴۰۔۵ جنوری، ۱۸۹۷ء) ایک امریکی ماہر اقتصادیات، شماریات دان، صحافی، ماہر تعلیم، اکیڈمک ایڈمنسٹریٹر، اور یونین آرمی میں ایک افسر تھے۔ واکر نے سیاسی معیشت اور عسکری تاریخ پر دس کتابیں تصنیف کیں۔ واکر کی تاریخی رپورٹ امریکہ میں رہنے والے ۳۰۰,۰۰۰ مقامی امریکیوں سے متعلق مسائل کا ایک جامع خلاصہ تھا۔(۵)

اورینٹل کالج کی رپورٹ میں واکر کی کتاب "Political Economy" کے جس ترجمہ و تلخیص کا ذکر کیا گیا ہے، اقبالیاتی تحقیق کی روشنی میں اب تک معدوم ہے لیکن "علم الاقتصاد" اور واکر کی مذکورہ کتاب کی فہارستِ مندرجات ملاحظہ کی جائیں تو ایک حیران کن مماثلت نظر آتی ہے۔

فرانسس اماسا واکر کی تصنیف "Political Economy" سیاسی معیشت کے اصولوں اور تصورات سے بحث کرتی ہے ۔ان کی یہ تصنیف ۱۸۸۳ میں شائع ہوئی جسے معاشیات کے میدان میں خاص طور پر ۱۹ویں صدی کے آخر میں ایک اہم کام سمجھا جاتا ہے۔واکر کی یہ تصنیف معاشی فکر کی ترقی کے بارے میں قابل قدر بصیرت فراہم کرتی ہے۔اگرچہ کتاب میں پیش کیے گئے کچھ مخصوص نظریات کو معاشیات میں بعد میں ہونے والی پیشرفت نے پیچھے چھوڑ دیا ہے، لیکن یہ اپنے شعبے کے ارتقائی سفر میں ایک اہم تاریخی اور فکری سنگ میل ہے۔

ذیل میں "علم الاقتصاد" اور واکر کی کتاب "Political Economy" کی فہارستِ مندرجات ملاحظہ ہوں:

Political Economy	علم الاقتصاد
Part I.: Character and Logical Method of Political Economy	حصہ اول: علم الاقتصاد کی ماہیت اور اس کا طریقہ کار
Part II.: Production	حصہ دوئم: پیدائشِ دولت
Chapter I.: Land and Natural Agents.	باب اول: زمین
Chapter II: Labor.	باب دوم: محنت
Chapter III: Capital: Its Origin and Office.	باب سوم: سرمایہ
Chapter IV: The Productive Capability of a Community.	باب چہارم: کسی قوم کی قابلیت پیدائشِ دولت کے لحاظ سے
Part III.: Exchange	حصہ سوئم: تبادلہ دولت
Chapter I: The Theory of Value.	باب اول: مسئلہ قدر
Chapter II: The Theory of International Exchanges.	باب دوم: تجارتِ بین الاقوام
Chapter III: Money and Its Value.	باب سوم: زرِ نقد کی ماہیت اور اس کی قدر
Chapter IV: Money and Its Value—continued—debased Coin: Seigniage.	باب چہارم: حق الضرب
Chapter V: Inconvertible Paper Money. Chapter VI: Bank Money.	باب پنجم: زرِ کاغذی

Chapter VII: The Reaction of Exchange Upon Production.	باب ششم: اعتبار کی ماہیت و مقاصد اور اس کا اثر اشیا کی قیمتوں پر
Part IV: Distribution.	حصہ چہارم: پیداوارِ دولت کے حصہ دار
Chapter I: The Parties to the Distribution of Wealth.	
Chapter II: Rent.	باب اول: لگان
Chapter III: Interest.	باب دوم: ساہوکار کا حصہ یا سود
Chapter IV: Profits.	باب سوم: مالک یا کارخانہ دار کا حصہ یا منافع
Chapter V: Wages.	باب چہارم: محنتی کا حصہ یا اجرت
Chapter VI: Wages. —continued.	
Chapter VII.: Two Other Shares In Distribution	
Chapter VIII. The Reaction of Distribution Upon Production.	باب ششم: سرکار کا حصہ یا مال گزاری
Part V.: Consumption.	حصہ پنجم:
Chapter I.: Subsistence: Population.	باب اول: آبادی۔ وجہِ معیشت
Chapter II: The Appearance of New Economic Wants.	باب دوم: جدید ضروریات کا پیدا ہونا
Chapter III. Consumption: The Dynamics of Wealth.	باب سوم: صرفِ دولت

دونوں کتب کی فہارستِ مندرجات سے یہ نکتہ مخفی نہیں رہتا کہ اقبال کی "علم الاقتصاد" فرانسس اماساواکر کی تصنیف "Political Economy" کے مباحث کے عنوانات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ چونکہ اقبال کا مقصد محض ترجمہ ہی نہیں، بلکہ تلخیص بھی تھا تو انھوں نے بعض ابواب کے مباحث کو مختصر کر کے یک جا کر دیا۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اماساواکر کی کتاب کے کل چھے حصے ہیں جبکہ "علم الاقتصاد" کی بحث صرف انھی پانچ حصوں تک محدود ہے جو فہرست میں مذکور ہیں۔(۶)

دونوں کتب کی فہارس سے مندرجات کا اشتراک نمایاں ہے لیکن کیا دونوں کتب کا متن بھی یکساں ہے؟ اگر یکساں نہیں تو اقبال نے فرانسس اماساواکر کی کتاب سے کس حد تک گریز کیا ہے؟ کیا یہ

گریز اتنا ہے کہ "علم الاقتصاد" کو اقبال کی ایک الگ طبع زاد کتاب قرار دیا جائے، جیسا کہ عموماً ایسا ہی خیال کیا جاتا ہے۔ کیا اس کتاب کے متن کو ایسا علمی مواد قرار دیا جاسکتا ہے کہ اسے اقبال کے اپنی فکر اور ذاتی تدبر قرار دیا جائے کیونکہ دیباچے میں اقبال نے خود اس امر کا اظہار کیا ہے کہ "انھوں نے بعض جگہ اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کیا ہے مگر صرف اسی صورت میں جہاں انھیں اپنی صحت پر پورا اعتماد تھا۔"

اقبال نے "علم الاقتصاد" میں اگر بعض جگھوں پر ہی ذاتی رائے کا اظہار کیا ہے تو قاری کے لیے یہ مشکل ضرور پیدا ہوتی ہے کہ وہ بعض مقامات کون سے ہیں؟

یہ ایسے سوالات ہیں جو "علم الاقتصاد" کو اقبال کی اپنی تصنیف قرار دینے میں بہ ہر حال مانع ہیں اور اگر یہ کاوش فرانسس اماساواکر کی "Political Economy" کا ترجمہ و تلخیص ہے تو اس سلسلے میں دونوں کتابوں کا متن بالتفصیل مطالعے کا متقاضی ہے۔

ذیل میں دونوں کتب سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں، جن سے مذکورہ سوالات کے جوابات کی دستیابی میں بہت حد تک رہنمائی ملتی ہے:

> "Political Economy does not inculcate love of wealth. It simply inquires how that passion, or propensity, in the degree in which it exists, does, in fact, influence the actions of men. Political Economy has no quarrel with passions or propensities which may, in a greater or less degree, supplant the love of wealth. It does not assume to sit in judgment on human conduct; it exercises no choice among human motives; it simply undertakes to follow causes to their effects in one single department of human activity, viz., the pursuit of wealth. P6(7)

> "علم الاقتصاد کے مطالعے سے دولت کی محبت نہیں پیدا ہوتی۔ کیونکہ اس کا مقصد صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ حصولِ دولت کی خواہش جیسا کہ انسانی فطرت میں موجود ہے، انسانی افعال پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ بعض میلان طبائع ایسے قوی ہوں کہ حصولِ دولت کی خواہش کو دبا کے رکھیں مگر علم الاقتصاد کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا یہ کام نہیں ہے کہ انسان کے چال چلن پر رائے زنی کرے یا فیصلہ کرے کہ کون کون سے محرکاتِ افعال اخلاقی لحاظ سے اچھے ہیں اور کون کون سے برے۔ یہ علم انسانی افعال کے

وسیع دائرے کے صرف اس حصہ پر غور کرتا ہے جس کا تعلق حصولِ دولت سے ہے۔"(۸)

"The Departments of Political Economy—all the questions of political economy are both conveniently and appropriately discussed under four titles: Production, Exchange, Distribution and Consumption." (9)

"علم الاقتصاد کے مختلف حصص—علم الاقتصاد کی ماہیت اور اس کا طریق تحقیق بیان کرنے کے بعد اب ہم اس علم کے چار بڑے حصص بیان کرتے ہیں، جو تمام اقتصادی مسائل پر حاوی ہیں:

۱۔ دولت کی پیدائش ۲۔ دولت کا تبادلہ

۳۔ دولت کی تقسیم ۴۔ دولت کا صرف یا استعمال"۴۵

"The invention of paper money, like many another great discovery, is traced to the orient. When Marco Polo visited China in the twelfth century, he found in circulation a money consisting of pieces cut from the inner bark of the mulberry tree. These were issued "with as much solemnity and authority as if they were of pure gold and silver." A century later, one of the rulers of Persia introduced paper money in direct imitation of the Chinese, the imitation extending even to devices and names; but the experiment here was less fortunate than the Chinese experiment, since, after two or three days of enforced circulation, the markets were closed, the people rose, the officials were massacred, and the money disappeared. A century later, we hear of paper money in Japan. It took the duller-witted races of Europe some centuries more to comprehend the mysteries of paper money." (10)

"زر کاغذی کے پہلے موجد چین کے لوگ ہیں۔ بارھویں صدی میں جب مشہور سیاح مارکو پولو نے چین کا سفر کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہاں ایک درخت کی چھال کا سکہ جاری ہے جو لین دین میں سونے چاندی کے سکوں کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں فارس اور جاپان کے حکمرانوں نے بھی چین کی تقلید کی لیکن یورپ کی اقوام نے اس کے استعمال کے فوائد صدیوں بعد محسوس کیے۔"(۱۱)

"In the earliest stages of human society, man, like the lower animals, had only one want. Like the lower animals, he gathered his food, whether fish or flesh or nuts or berries, where he chanced to find it, and ate it without preparation. Long, however, before he began to cultivate food, even in the simplest way, he began to cook it. The discovery of fire and its application to the preparation of food, is made by some writers upon primitive society to mark the boundary between the purely savage and the barbarous condition. "(12)

"تمدن کے ابتدائی مراحل میں دیگر حیوانات کی طرح انسان بھی صرف نباتات اور قدرتی پھل پھول پر گزارہ کرتا تھا۔ مگر انسان کے تمدن کا حقیقی سلسلہ اس دن سے شروع ہوتا ہے جب اس نے آگ کے خواص اور اس کے طریق استعمال معلوم کر کے اپنی خوراک پکانا شروع کیا۔ علیٰ ہذا القیاس رفتہ رفتہ تمدنی ترقی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ انسان برہنہ پہاڑوں کی غاروں اور درختوں کے پتوں کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہے اور بجائے ان کے لباس، جھونپڑیوں، چمڑے کے خیموں اور مکانوں کا استعمال سیکھے۔" (۱۳)

"It is, indeed, true that nature will make an effort, first, through disease, which will have a greater destructive power upon an ill-sustained than upon a well-sustained community, especially in the case of children and of the aged; secondly, through an impairment of the reproductive power of the adult; and, thirdly, through famine breaking upon a population whose store laid up against drought or flood or fire or the ravages of insects, has been, once for all, eaten up. But this effort of nature will be unequal to the work to be done. The history of a thousand tribes shows that there is not sufficient force in famine or disease to prevent the permanent reduction of a community, through excess of numbers, from a condition of physical well-being to one of inadequate subsistence with consequent impairment of vital force and labor power. Solidarity of the Family.—Of late years, with the growing interest in biological investigation, there has been manifested a disposition, in certain quarters, to glorify privation and famine, as agents in the uplifting of the human

condition, the doctrine of the "survival of the fittest" being applied to societies of men without due consideration of a most important difference existing between men and other species of animals." (14)

"جب کسی قوم میں آبادی مناسب حدود سے زائد ہو جاتی ہے تو قدرت خود بخود وبا اور قحط کے تازیانوں سے اس کا علاج کرتی ہے۔ بچے اور بوڑھے اجل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جوانوں کی قوت مردمی میں فرق آجاتا ہے اور قحط بالعموم آبادی کی افزائش کو روکتا ہے۔۔۔ انسانی قبائل کی تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ وبا اور قحط کے وسائل کسی قوم کی آبادی کو مستقل طور پر کم نہیں کر سکتے۔ وسیع معنوں میں زندگی کا قیام ایک کلیہ قانون کے تابع ہے جس کو فلسفی قانون بقائے افراد قویہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔"(۱۵)

مذکورہ چند امثال واضح طور پر "Political Economy" سے ترجمے کی دلالت کرتی ہیں۔ چونکہ اقبال کا مقصد ترجمے کے ساتھ ساتھ تلخیص بھی تھا تو اقبال نے جہاں ضروری تھا، لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا ہے لیکن جہاں محض کوئی نکتہ سمجھانا مقصود تھا تو وہاں آزاد ترجمہ کرتے ہوئے اختصار یا قدرے تفصیل سے کام لیا۔

فرانسس اماساواکر نے اپنی تصنیف میں معیشت سے متعلق بعض اہم ماہرینِ معاشیات کے اقوال اور آرا بھی ان کے نام کے ساتھ نقل کی ہیں۔ اقبال نے اس سلسلے میں محض ناگزیز مقامات پر ایسا کیا ہے۔ بیشتر مقامات پر اقبال نے یا تو ان کے اقوال نقل کرنے سے گریز کیا ہے یا "بعض حکما"، "بعض فلسفی"، "اہل الرائے" یا "محقق" ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

امثال کے سلسلے میں اقبال نے بعض مقامات پر واکر کی دی ہوئی امثال ہو بہو نقل کی ہیں۔ جیسے واکر نے paper money کے سلسلے میں whisky کی مثال دی ہے تو اقبال نے بھی زرِ کاغذی کی ذیل میں اسی مثال کو برقرار رکھا ہے۔ بعض مقامات پر اقبال نے کسی مثال کو عمومی شکل دے دی ہے۔ مثلاً واکر نے پہلے باب میں جرمنی کے شہنشاہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ ہزاروں لوگوں کو میدانِ جنگ میں بھیج سکتا ہے۔ اقبال نے اسے عمومی صورت دے کر جرمنی کے شہنشاہ کے بجائے لکھا ہے کہ مطلق العنان بادشاہ اپنی رعایا کو جہاں چاہے لڑنے مرنے کے لیے بھیج سکتا ہے۔

"زمین" (Land and Natural Agents) کے باب میں فرانسس اماساواکر نے اشیا کی

قدر بالمکاں اور قدر بالزماں پر بات کرتے ہوئے برف کی مثال دی ہے کہ سرد علاقوں میں اس کی فروخت نہیں ہو گی جبکہ گرم علاقوں (Semi-tropical region) میں اس کی مانگ بہت زیادہ ہو گی۔ اقبال نے اسی مثال کو برقرار رکھتے ہوئے اس کا اطلاق ہندوستانی جغرافیے پہ یوں کیا ہے:

"کشمیر میں برف کی کوئی قدر نہیں لیکن پنجاب میں منتقل کی جائے تو اس میں قدر پیدا ہو جائے گی۔"(۱۶)

اسی طرح "محنت" (Labor) کے باب میں فرانسس اماسا واکر نے غریب افراد کے مکانات کے سلسلے میں ۱۸۴۲ میں تشکیل دیے گئے ایک قانون کو ہدفِ طنز بنایا ہے۔ اقبال نے اس قانون کی کسی نوع کی تفصیلات درج کرنے کے بجائے صرف مزارعین کے متعلق قوانین کا ذکر کرتے ہوئے انھیں بیہودہ قرار دیا ہے۔

"علم الاقتصاد" کے ترجمہ و تلخیص کا بنیادی مقصد چونکہ تدریس تھا تو اقبال نے جہاں بعض مقامات پر اختصار سے کام لیا ہے، وہاں بعض جگہوں پر توضیح کی خاطر کچھ اضافے بھی کیے ہیں۔ اس سلسلے میں خود اقبال نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ "اس کے مضامین مختلف مشہور اور مستند کتب سے اخذ کیے گئے ہیں۔" تاہم کتاب کے متن میں یہ اخذ و استفادہ صرف مفکرینِ معاشیات کے اقوال کی حد تک نظر آتا ہے۔

اقبال نے "علم الاقتصاد" کے متن میں جو توضیحی اضافے کیے ہیں، ان میں کچھ مقامی امثال بھی نمایاں ہیں۔ جیسے کہ انھوں نے معیشت میں زمین کی اہمیت بتاتے ہوئے ہندوؤں کا وسط ایشیا کے چھوڑنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اقبال نے بعض مذہبی روایات بھی بیان کی ہیں۔ مثلاً تورات میں حضرتِ ابراہیم کا حضرتِ لوط سے جدا ہونے کی روایت وغیرہ۔

نصاب سے متعلق ایک علمی کتاب کے ترجمے کے سلسلے میں اقبال نے معاشیات اور عمرانیات سے وابستہ بہت سی اصطلاحات کا ترجمہ بھی کیا۔ اقبال اکادمی سے شائع شدہ نسخے کے آخر میں مذکورہ اصطلاحات بہ طور ضمیمہ درج کی گئی ہیں۔ ان اصطلاحات کے سلسلے میں یہ بات محلِ نظر ہے کہ صرف ان اصطلاحات کا انگریزی متبادل دیا گیا ہے جن تک مرتب کے فہم کی رسائی تھی۔

"علم الاقتصاد" کے بارے میں مذکورہ حقائق کے بعد یہ نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ علمی کاوش فرانسس اماسا واکر کی کتاب "Political Economy" کا وہ ترجمہ و تلخیص ہی ہے جس کا ذکر اورینٹل

کالج کی رپورٹ میں کیا گیا ہے اور اگر اس کی حیثیت ایک الگ کتاب کے طور پر تسلیم کی جائے تو بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں۔

یہاں یہ نکتہ ضرور پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اقبال نے یہ کام معاشیات کے طالب علموں کے لیے کیا۔ یہ ایک ایسا شعبہ ہے جس سے اقبال نے بھی بہ طورِ مضمون تدریس کی حد تک وابستگی ظاہر کی۔ انھوں نے اپنے اس کام کا ذکر بعض خطوط میں ضرور کیا لیکن علمی سطح پر اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اس لحاظ سے "علم الاقتصاد" کو اقبال کے علمی کارناموں میں شمار کرنا یا معیشت اور سماج کے بارے میں اقبال کے خیالات کو اس کتاب سے نقل کرنا قطعامناسب نہ ہوگا۔

ایک استاد اپنے زمانہ معلمی میں بہت سے ایسے علمی کام سر انجام دیتا ہے جن کا تعلق محض طالب علموں کے تدریسی استفادے تک ہوتا ہے اور "علم الاقتصاد" کی حیثیت بھی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ انھوں نے یہ کتاب معاشیات کے طالب علموں کے ایک رہنما کتاب (Guide Book) کے طور پر رقم کی۔

☆☆☆☆☆

حوالے وحواشی

(۱) علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی)، (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۰ء)، ۳۴۷۔

(۲) ممتاز حسن، دیباچہ علم الاقتصاد، (لاہور: اقبال اکادمی، اشاعت سوم، ۲۰۱۸ء)، ۵۔

(۳) علامہ محمد اقبال، اقبال نامہ، مرتبہ: شیخ عطااللہ، (لاہور: اقبال اکادمی، اشاعت دوم، ۲۰۱۲ء)۔

(۴) علامہ محمد اقبال، دیباچہ علم الاقتصاد، ۲۶،۲۷۔

(۵) فرانسس اماساواکر ماہر معاشیات اور سیاست دان اماساواکر کے فرزند ہیں۔ ۲۰ سال کی عمر میں ایمہرسٹ کالج سے گریجویشن کیا۔ ۱۵ویں میساچوسٹس انفنٹری میں شامل ہونے کے لیے کمیشن حاصل کیا اور اسسٹنٹ کے طور پر تیزی سے ترقی کرلی۔ ایڈجوٹینٹ جنرل واکر نے جزیرہ نمامہم میں جنگ لڑی اور چانسلرول کی لڑائی میں زخمی ہوگیا لیکن اس کے بعد کنفیڈریٹ فورسز کے ہاتھوں پکڑے جانے اور بدنام زمانہ لیبی جیل میں رکھا جانے سے پہلے برسٹو، اوور لینڈ اور رچمنڈ–پیٹرسبرگ مہمات میں حصہ لیا۔ جولائی ۱۸۶۶ میں، انہیں صدر اینڈریو جانسن نے نامزد کیا اور ریاستہائے متحدہ کی سینیٹ نے بریویٹ بریگیڈیئر جنرل یونائیٹڈ سٹیٹس والنٹیئرز کے اعزازی گریڈ کے ایوارڈ کے لیے ۱۳ مارچ ۱۸۶۵ سے، جب وہ ۲۴ سال کے تھے، توثیق کی۔

جنگ کے بعد، واکر نے ۱۸۶۹ سے ۱۸۷۰ تک بیورو آف سٹیٹسٹکس کے چیف اور ۱۸۷۰ کی مردم شماری کے سپرنٹنڈنٹ کے طور پر تقرری حاصل کرنے کے لیے اپنے خاندانی اور فوجی روابط کا استعمال کرنے سے پہلے اسپرنگ

فیلڈر پبلکن کے اداراتی عملے میں خدمات انجام دیں جہاں اس نے ایک ایوارڈ یافتہ شماریاتی شائع کیا۔ اٹلس پہلی بار ڈیٹا کو دیکھ رہا ہے۔ انہوں نے ۱۸۷۲ میں ییل یونیورسٹی کے شیفیلڈ سائنٹیفک اسکول میں سیاسی معیشت کے پروفیسر کے طور پر شمولیت اختیار کی اور ۱۸۷۶ کے فلاڈیلفیا ایکسپوزیشن کے چیف ممبر، ۱۸۷۸ کی بین الاقوامی مالیاتی کانفرنس میں امریکی نمائندے، ۱۸۸۲ میں امریکن سٹیٹسٹیکل ایسوسی ایشن کے صدر، اور بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔
فرانسس اماساواکر کے ۱۸۸۱ میں ایم آئی ٹی کے تیسرے صدر بننے سے ایک دہائی قبل، انہوں نے ریاست ہائے متحدہ میں ہندوستانی امور کے کمشنر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ۱۸۸۶ میں امریکن اکنامک ایسوسی ایشن کے افتتاحی صدر اور ۱۸۹۰ میں نیشنل اکیڈمی آف سائنسز کے نائب صدر رہے۔ واکر نے ۱۸۸۰ کی مردم شماری کی بھی قیادت کی جس نے ملک کے ممتاز شماریات دان کے طور پر واکر کی ساکھ کو مضبوط کیا۔ اپنے دور میں، اس نے جارحانہ طریقے سے فنڈ اکٹھا کرکے اور میساچوسٹس حکومت سے گرانٹ حاصل کر کے ادارے کو مزید مستحکم مالی بنیادوں پر رکھا، کئی نصابی اصلاحات نافذ کیں، نئے تعلیمی پروگراموں کے اجراء کی نگرانی کی، اور بوسٹن کیمپس کو وسعت دی۔ اپنا عہدہ چھوڑنے کے بعد، واکر نے اس موضوع پر دو مضامین لکھے، جنہیں اس نے اپنی ۱۸۷۴ کی کتاب The Indian Question میں رپورٹ کے مواد کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔
ایک ماہر اقتصادیات کے طور پر، واکر نے اجرت کے فنڈ کے نظریے کو ختم کر دیا اور ہنری جارج کے ساتھ زمین، کرایہ اور ٹیکس پر ایک ممتاز علمی بحث میں حصہ لیا۔ واکر نے بائی میٹلزم کی حمایت میں دلیل دی اور اگرچہ وہ نوزائیدہ سوشلسٹ تحریک کا مخالف تھا، اس نے دلیل دی کہ آجر اور ملازم کے درمیان ذمہ داریاں موجود ہیں۔ انہوں نے ۱۸۹۶ کے صدارتی انتخابی مہم کے عروج پر اپنی بین الاقوامی بائیمیٹالزم شائع کی جس میں معاشی مسائل نمایاں تھے۔ ۱۹۴۷ میں شروع ہونے والی معاشی تھیوری میں ان کی شراکت کے اعتراف میں، امریکن اکنامک ایسوسی ایشن نے "فرانسس اے واکر میڈل" کے ساتھ ایک فرد اقتصادیات کے تاحیات کارنامے کو تسلیم کیا۔

(۶) فرانسس اماساواکر کی "Political Economy" کے چھٹے حصے اور اس کے ابواب کی تفصیل یہ ہے:

Part VI: Some Applications of Economic Principles
I: Usury Laws.
II: Industrial Co-operation.
III: Political Money.
IV: Pauperism.
V: The Doctrine of the Wage-fund.
VI: The Multiple or Tabular Standard of Deferred Payments.
VII: Trade Unions and Strikes.
VIII: The Knights of Labor.
IX: Attacks on the Doctrine of Rent.
X: The Nationalization of the Land.

(۷) فرانسس اماساواکر، "Political Economy" ص 6

(۸) علامہ محمد اقبال، علم الاقتصاد، ۳۲۔

(۹) فرانسس اماساواکر، "Political Economy" ، ۲۵۔

(۱۰) فرانسس اماساواکر، "Political Economy"، ۱۰۵۔

(۱۱) علامہ محمد اقبال، علم الاقتصاد، ۱۴۳۔

(۱۲) فرانسس اماساواکر، "Political Economy"، ۱۹۸۔

(۱۳) علامہ محمد اقبال، علم الاقتصاد، ۲۰۰۔

(۱۴) فرانسس اماساواکر، "Political Economy"، ۲۰۱۔

(۱۵) علامہ محمد اقبال، علم الاقتصاد، ۲۰۱۔

(۱۶) ایضاً۔

(۱۷) فرانسس اماسا واکر کی "Political Economy" کے چھٹے حصے اور اس کے ابواب کی تفصیل یہ ہے:

Part VI: Some Applications of Economic Principles
I: Usury Laws.
II: Industrial Co-operation.
III: Political Money.
IV: Pauperism.
V: The Doctrine of the Wage-fund.
VI: The Multiple or Tabular Standard of Deferred Payments.
VII: Trade Unions and Strikes.
VIII: The Knights of Labor.
IX: Attacks on the Doctrine of Rent.
X: The Nationalization of the Land.
XI: The Banking Functions.
XII: The Present Banking System of the United States.
XIII: Foreign Exchanges.
XIV: Bi-metallism.
XV: The Revenue of the State.
XVI: The Principles of Taxation.
XVII: Protection vs. Freedom of Production.
XVIII: Socialism

BIBLIOGRAPHY

- Allama Muhammad Iqbal, *Kuliyāt-e Iqbal(Farsi)*, (Lahore: Iqbal Academy, 1990).
- Mumtaz Hasan, *Dībāch Ilmul Iqtasād*, (Lahore: Iqbal Acedemy, 2018).
- Allama Muhammad Iqba, *Iqbāl Nameh*, (Comp.) Sheikh Ata Ullah, (Lahore: Iqbal Acedemy 2012).

❖❖❖